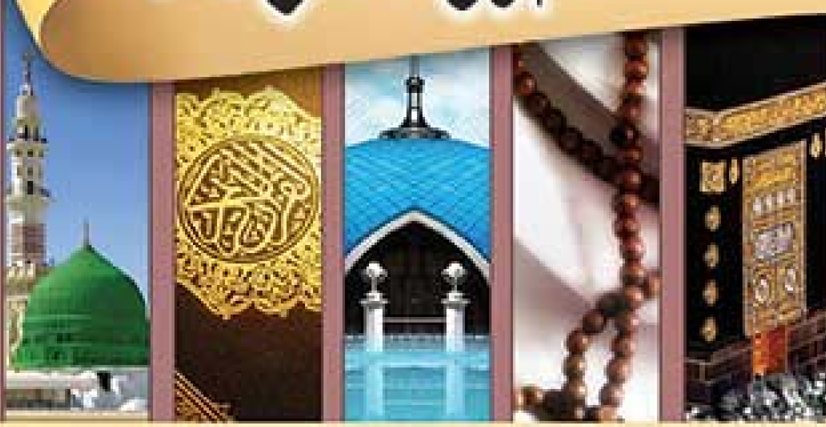
مواعظِ اختر نمبر ۲۶

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

مواعظِ اختر
نمبر ۲۶

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے

نام واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدِّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۲؍صفر المظفر ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۴؍اگست ۱۹۹۰ء بروز جمعۃ المبارک

مقام: مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی

موضوع: اہل اللہ کا مقام

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات　　　　صفحہ نمبر

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۲۹)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُکُمْ مَّنْ ذَکَّرَکُمْ بِاللّٰہِ رُؤْیَتُہٗ وَزَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَّنْطِقُہٗ وَذَکَّرَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ

(کنز العمال: باب الذکر و فضیلتہ، ج۱، ص۴۱۹)

اس وقت آپ کے سامنے جو تسلسل چل رہا ہے کہ تعمیرِ کعبہ سے اور تعمیرِ قلب دونوں میں کیا نسبت ہے؟ بیت اللہ کی تعمیر اور قلب کی اصلاح اور قلب کی تعمیر میں کیا رابطہ ہے؟ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے دونوں پیغمبر جب تعمیرِ کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

﴿وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۱۲۷)

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے جب تعمیرِ کعبہ مکمل کی تو اللہ تعالیٰ سے جو عرض کیا اس میں ساری امت کے لئے قیامت تک ایک سبق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کوئی نیک عمل ہم سے جاری کرادے، ہمیں توفیق دے دے۔ تو نیک عمل اور اچھے عمل کے بعد دل میں اکڑ، تکبر اور بڑائی نہ آئے۔

اس کی دلیل ابھی پیش کرتا ہوں، دونوں نبیوں نے تعمیرِ کعبہ کے بعد اظہارِ فخر نہیں فرمایا کہ سارے عالم میں ہم دو شخصوں کو اللہ تعالیٰ نے تعمیرِ کعبہ کے لئے منتخب کیا ہے لٰہذا ہمارے مقابلہ میں کوئی نہیں ہے، تو انہوں نے اظہارِ فخر نہیں فرمایا، اپنی بڑائی کا اظہار نہیں کیا بلکہ دونوں پیغمبروں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ کے حضور اپنی شخصیت کو مٹا دیا، تعمیرِ کعبہ کا نام بھی نہیں لیا کہ ہم نے آپ کا گھر بنایا ہے بلکہ یہ عرض کیا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے رب! ہماری طرف سے جو کچھ ہوا، مِنَّا لگا کر یہ بتا دیا کہ یہ ہماری طرف سے تو ہوا ہے لیکن چونکہ ہم محدود ہیں اور آپ کی غیر محدود عظمتوں کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکتا، اے خدا! آپ غیر محدود عظمتوں کے مالک ہیں، غیر محدود بلندیوں، بڑی شان والے ہیں لٰہذا آپ کی غیر محدود عظمتوں کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکتا ہے اس لیے ازراہِ کرم اسے قبول فرمائیے، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا آپ ہماری طرف سے اس کو قبول فرمائیے۔

اللہ تعالیٰ کا راستہ اہل محبت کے ساتھ طے ہوتا ہے

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی جو مفتی بغداد تھے بچپن میں اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس پڑھنے کے لئے چراغ کا تیل نہیں ہوتا تھا تو یہ چاند کی روشنی میں پڑھا کرتے تھے لیکن کبھی گدڑی میں لعل بھی ہوتا ہے۔ اس پر الٰہ آباد کے ایک بزرگ مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم کا ایک شعر یاد آ گیا جو مولانا شاہ فضلِ رحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں اکابر شخصیات میں شمار ہوتے ہیں، مولانا علی میاں ندوی جیسے بڑے بڑے علماء حضرات کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان سے دعا لینے کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت نے علماء ندوہ سے خطاب میں فرمایا تھا کہ

اے علماءندوہ! جب انسان بری نظر سے خشک ہوجاتا ہے تو اللہ والوں کی اچھی نظر سے ہرا بھرا کیوں نہ ہوگا؟ بس سارے علماء رونے لگے، پھر اس وقت جوش میں آکر فرمایا۔

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

یعنی تم علم کے زور سے اللہ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اللہ والوں کا دامن نہ پکڑو، ان سے رہنمائی حاصل نہ کرو۔ یہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب الٰہ آبادی کا حالتِ جوش میں کہا گیا شعر ہے۔ آپ کسی اجنبی شہر میں جایئے اور وہاں آپ کا کوئی دوست ہو، آپ اس کو بتائیں گے کہ صاحب مجھے کسی سے ملنے کے لیے فلاں محلہ میں جانا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ آپ میرے ساتھ چلئے، میں اس جگہ کو جانتا ہوں، اور وہ تھوڑی ہی دیر میں آپ کو وہاں پہنچا دیتا ہے۔ تو جنہوں نے اللہ کا راستہ طے کرلیا ہے وہ بھی اسی طرح اپنے ساتھ رکھ کر اللہ کا راستہ طے کروا اللہ تک پہنچا دیتے ہیں بابا فریدالدین عطار فرمایا کرتے تھے۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

یہ وہ بابا فرید ہیں جن کے بارے میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر یکے در کوچہ ایم

یعنی بابا فریدالدین عطار نے اللہ کے عشق ومحبت کے سات شہروں کو طے کرلیا اور میں اللہ کی محبت کے ایک کوچے میں پڑا ہوا ہوں۔ مولانا جلال الدین رومی نے اپنا مقام کتنا تواضع سے بیان کیا کیونکہ انہوں نے بابا فریدالدین عطار سے

بچپن میں فیض حاصل کیا تھا، تو بابا فرید الدین عطار نے فرمایا۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق

عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

یعنی بغیر رفیق اور ساتھی کے جو شخص اللہ کا راستہ طے کرتا ہے، اس کی ساری زندگی گذر جاتی ہے مگر وہ اللہ کی محبت سے آگاہ نہیں ہوتا، ساری زندگی گذر گئی مگر وہ اللہ والا نہ بن سکا۔ اس لیے اللہ کے کسی نیک بندے کا ہاتھ پکڑو، اس کے ساتھ چلو۔

تنہا نہ چل سکو گے محبت کی راہ میں

میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آیئے

جن پر اللہ نے انعام نازل کیا وہ کون لوگ ہیں؟

جب یہ شعر میرے مرشدِ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا کہ عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ عام شعر و شاعری ہے مگر یہ مضمون قرآنِ پاک سے لیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستہ کی تفسیر کی ہے کہ سیدھا راستہ کس کا ہے، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سیدھا راستہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ نے انعام نازل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچویں پارے میں اس انعام کی تفسیر بھی کردی۔ جب قرآنِ پاک کا پورا مطالعہ کیا جاتا ہے تب قرآن سمجھ میں آتا ہے۔ تو انعام والے کون لوگ ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ انعام والوں کی تفسیر نہ فرماتے تو ہم کلفٹن والوں، سوسائٹی والوں، بڑے بڑے بنگلے والوں کو انعام والے لوگ سمجھتے جن کے دروازے پر دس دس ہزار بیس بیس ہزار کے کتے بھونکتے رہتے ہیں اور جن کے پاس شاندار مرسڈیز گاڑیاں ہوں، ہر وقت بریانیاں ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے انعام والے لوگوں کو پانچویں پارے میں بیان کر دیا:

﴿فَأُولَٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا○﴾

(سورۃ النسآء، آیت:۶۹)

جن پر اللہ نے انعام نازل کیا وہ کون لوگ ہیں؟ وہ چار قسم کے لوگ انعام والے ہیں یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین، اللہ ان نیک بندوں کو قیامت تک رکھے گا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ متقی بندوں کے ساتھ رہو، یہ قرآن کی آیت ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِيۡنَ یعنی متقی بندوں کی صحبت میں رہو اور کب تک رہو یہ بھی مدت سمجھ لو، فرماتے ہیں خَالِطُوۡهُمۡ لِتَكُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ تم بھی ان جیسے اللہ والے ہو جاؤ، تمہاری آہ بھی اُس آہ کو پہنچ جائے جو اللہ والوں کے سینوں سے نکلتی ہے، تمہارے آنسو اس مقام پر پہنچ جائیں جو اللہ والوں کی آنکھوں سے نکلتے ہیں، تمہاری مناجات اس مقام پر پہنچ جائے جو اللہ والوں کی دعا ہوتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی مناجات کا مقام سن لو کہ ان کی مناجات میں ان کے جگر کا خون شامل ہوتا ہے، یہ نہیں کہ دعا کر رہے ہیں اور مسجد کے پنکھے گن رہے ہیں، بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ دعا کر رہے ہیں اور اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں، مگر اللہ والوں کی مناجات کا یہ عالم ہے کہ اس میں ان کا خونِ جگر شامل ہوتا ہے، لہٰذا اللہ والوں سے دعا مانگنا سیکھو ؎

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

بدون رہبر کوئی اللہ کا راستہ طے نہیں کرسکتا

تو اللہ تعالیٰ نے انعام والوں کے بارے میں ایک آیت نازل فرمادی اور اس آیت کے آخر میں ہے وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا یہ لوگ بہت ہی بہترین رفیق ہیں۔ دیکھو! یہاں رفیق کا لفظ آیا یا نہیں؟ بابا فرید نے جو فرمایا تھا ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق

جو بغیر ساتھی کے اللہ کے راستہ میں چلے گا، کسی رہبر و رہنما اور اللہ والوں کے بغیر چلے گا تو ٹامک ٹوئیاں مارتا رہے گا۔ تو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رفیق کا لفظ انہوں نے اسی آیت سے لیا ہے۔ اللہ کے عشق و محبت کے راستہ میں جو بے رفیق آیا اس کو راستہ نہیں ملتا، اللہ نے اپنے جن بندوں کے بارے میں فرمایا وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین یہ اللہ والے بندے تمہارے بہترین ساتھی ہیں، ان کے اچھے ساتھی ہونے پر تو قرآنِ پاک نازل ہو جائے مگر آج ہم لوگ کس کو اپنا دوست بنا رہے ہیں؟ دیکھو! دوستی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ راستہ بتا رہے ہیں کہ کس کو اپنا دوست اور ساتھی بناؤ، یہ طبقہ جو ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا، وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا یہ بہترین رفیق ہیں، بہترین ساتھی ہیں، اتنے پیارے ساتھی ہیں کہ ان کے ساتھ دنیا بھی بن جاتی ہے اور آخرت بھی بن جاتی ہے، چاہے چٹنی روٹی ملے مگر اللہ والے سکون سے جیتے ہیں، اللہ کی مرضی ہے جس کو چاہے بریانی کھلائے، جس کو چاہے چٹنی روٹی کھلائے، جس کو چاہے امیر بنائے، جس کو چاہے غریب بنائے، اللہ جس حالت میں چاہے رکھے، یہ اللہ کی شان ہے، مگر دل کا سکون اللہ والوں ہی کے پاس ہے۔ مولانا رومی نے

بیان فرمایا کہ اگر خدا چاہے تو کانٹوں میں ہنسا دیتا ہے۔ ایک شخص کانٹوں میں لیٹا ہوا ہے اور ہنس رہا ہے کیونکہ اس کے دل میں خوشی ہے اور ایک شخص پھولوں میں، پارکوں میں، باغوں میں رو رہا ہے کیونکہ اس کے دل میں کوئی عظیم غم ہے، اس کے دل میں کوئی بڑا غم ہے، تو اللہ پھولوں میں رُلا دیتا ہے اور کانٹوں میں ہنسا دیتا ہے۔

رفیق کس کو کہتے ہیں؟

اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اللہ والوں کو اپنا رفیق اور ساتھی بناؤ۔ اور ساتھی کس کو کہتے ہیں؟ جو کچھ دن ساتھ رہے۔ جو لوگ صرف جمعہ جمعہ آتے ہیں تو میں اس عمل کو بھی اپنے اور آپ کے لئے بہت بڑی نعمت سمجھتا ہوں لیکن کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں ان کا ساتھی ہوں، کیا اس آیت پر عمل ہو جائے گا؟ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا تو رفیق اس کو کہتے ہیں کہ آدمی کچھ عرصہ تو ساتھ رہے، کم از کم سہ روزہ تو لگائے، تین دن کے لئے ہی خانقاہ میں آجایئے تو بھی کہا جائے گا کہ چلو تین دن تک ساتھ رہے، اور سہ روزہ نہ سہی ایک روزہ ہی سہی، ایک دن ایک رات، چوبیس گھنٹے کے لئے ہی آجایئے، پھر دس روزہ بھی لگایئے، پھر اللہ توفیق دے تو سب سے کامل درجہ ہے کہ چالیس دن لگا لیجئے، اگر چالیس دن سے ساری زندگی بن جائے اور انسان کی آخرت اس کے ہاتھ میں آجائے اور آدمی اللہ والا بن جائے تو اللہ کی محبت کے لئے چالیس دن کوئی چیز نہیں، دنیاوی پڑھائی پڑھنے کے لئے میڈیکل کالج میں ایم بی بی ایس بننے کے لئے پانچ سال کا چلہ لگتا ہے اور اللہ کی محبت کے لئے چالیس دن بھی نہیں ہیں، قبر میں جاتے ہی ساری ایم بی بی ایس کی ڈگریاں بے کار ہو جائیں گی لیکن اللہ کی محبت اگر دل میں آگئی تو زمین کے اوپر بھی اس کی بہاریں ہیں اور زمین

کے نیچے بھی اس کی بہاریں ہیں اور میدانِ محشر میں بھی اس کی بہاریں ہیں، اللہ والوں کی صحبت معمولی چیز نہیں ہے۔ مرغی کے پروں میں انڈے مسلسل اکیس دن رہتے ہیں، نہ مرغی الگ کی جاتی ہے نہ انڈے الگ کئے جاتے ہیں، انڈے اکیس دن مسلسل مرغی کے ساتھ رہتے ہیں تب کہیں جا کر ان میں حیات پیدا ہوتی ہے، انڈے کی مردہ زردی حیات کی شکل میں، زندگی کی شکل میں چوزہ، بچہ بن جاتی ہے، پھر وہ چوزہ اپنی چونچ سے انڈے کا چھلکا توڑ دیتا ہے، پھر یہ شعر پڑھتا ہوا تعلقات کی زنجیروں سے نکل آتا ہے۔ وہ بچہ بزبانِ حال شعر پڑھتا ہے، آپ کہیں گے کہ ہم نے تو کبھی نہیں سنا کہ مرغی کے بچے شعر پڑھتے ہیں ؎

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

اللہ والوں کی صحبت میں بازِ شاہی بننا سیکھو

اسی طرح جب انسان کسی اللہ والے کی صحبت میں مسلسل رہتا ہے تو اس کی روح میں ایمانی حیات آجاتی ہے، اسے روحانی حیات ملتی ہے، وہ صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے، اللہ کا ولی بن جاتا ہے، پھر اس کی ہمت اور حوصلے میں اسی وقت بلندی آجاتی ہے، جس کو تعلق مع اللہ حاصل ہوگا اس کے حوصلے میں بلندی آجاتی ہے، جس کا حوصلہ پست ہو جس کے ارادوں میں پستی ہو، جس کے عزائم میں سستی ہو اور جو نفس کی خواہشات کا غلام بن جاتا ہو، تو یہ دلیل ہے کہ ابھی اس کو تعلق مع اللہ کی دولت نصیب نہیں کیونکہ بازِ شاہی کبھی الو ہستان میں خیریت اور خوشی سے نہیں رہ سکتا۔ اللہ والے گدھ کی طرح مردے نہیں کھاتے، اگر تم ابھی تک حسینوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہو تو یہ دلیل ہے کہ تم ابھی زمین

پر پڑے ہوئے ہو، ابھی مولیٰ سے صحیح تعلق قائم نہیں ہوا، کہیں آپ نے بازِ شاہی کو دیکھا ہے کہ کسی مردہ سے لپٹا ہوا ہو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے ایک بازِ شاہی پالا تھا اور اس باز شاہی کو اپنے ہاتھ پر رکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتا تھا۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ بادشاہ کی آنکھوں کے فیض سے بازِ شاہی کو اللہ یہ حوصلہ دے دیتا ہے کہ جنگل کے بادشاہ یعنی شیر پر حملہ کرتا ہے اور لومڑیوں اور خچروں پر حملہ کرنا اپنی توہین سمجھتا ہے اور اپنے بادشاہ کی بھی توہین سمجھتا ہے۔ جب کوئی کسی اللہ والے سے وہ نگاہ اور وہ حوصلہ پا جاتا ہے تو ساتوں آسمان عبور کر کے اپنے اللہ سے رابطہ قائم کرتا ہے، زمین کے مُردوں سے ناجائز تعلق نہیں رکھتا، اور جن کے دلوں میں دنیا کے اور خوبصورت حسینوں کے جگہ جگہ بت ہیں، جن کے دل میں جگہ جگہ مندر ہیں جس میں کسی حسین لڑکے یا حسین لڑکیوں کی شکلیں ہیں، ان کے ماضی کے بت خانے ابھی شکستہ نہیں ہوئے ہیں، اگرچہ وہ ڈاڑھی رکھ کر خانقاہوں میں آگئے لیکن اپنے ماضی کی زندگی سے سچی توبہ نہیں کی، اب بھی ان کے قلوب کی ریسرچ کی جائے، تجزیہ کیا جائے اور پوسٹ مارٹم کیا جائے تو ان کے قلب میں ان کے پرانے معشوق اب بھی گھسے ہوئے ہیں، لا الٰہ کی صحیح طاقت سے انہوں نے ابھی بت پرستی سے سچی توبہ نہیں کی، یہی وجہ ہے ان کے اللہ والا نہ بننے کی۔ قصداً وعقلاً ان مُردوں سے گھن کرنا تو اختیار کرو۔

دو بدکار عورتوں کی توبہ کا مقام

دوستو! سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کے ہاتھوں پر دو بدکار عورتوں نے توبہ کی اور ایمان لا کر اللہ کی ولیہ بن گئیں، جب بالاکوٹ کے پہاڑوں پر جہاد ہو رہا تھا تو وہ خواتین بھی اپنے شوہروں کے ساتھ سید احمد شہید

اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ میں شریک ہو کر بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں آ گئی تھیں، سید صاحب نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کام کرو گی؟ انہوں نے کہا کہ ہم مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے چکی میں چنا پیس کر دال بنائیں گی یعنی مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے غذا تیار کریں گی، چکی چلائیں گی اور چنوں کو پیس کر اس کی دال بنا کر مجاہدین کے گھوڑے کے لئے تیار کریں گی، تین چار دنوں کے بعد ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، کیونکہ بہت رئیس اور مالدار خواتین تھیں، کبھی مشقت کا کام نہیں کیا تھا۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ اے بیبیو! تمہارے گناہوں کا زمانہ جب تم رئیسہ تھیں، پھولوں کی سیج پر سوتی تھیں، بڑے بڑے نواب تم کو سلام کرتے تھے، وہ زمانہ اچھا تھا یا توبہ کرنے کے بعد تم نے جو اللہ کا راستہ اختیار کیا ہے اور تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، بجائے پھولوں کے بالاکوٹ کے پہاڑوں کی کنکریوں پر تم سو رہی ہو، تو تمہیں یہ زندگی پسند ہے یا وہ گناہ اور عیش والی زندگی پسند ہے؟ اب ان بیبیوں کا جواب سن لیجئے جو میں نے مولانا شاہ محمد احمد صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم سے سنا، مولانا شاہ محمد احمد صاحب شاہ فضلِ رحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں جو اکابر علماء میں سے ہیں، آج بڑے بڑے علماء حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے فیض حاصل کر رہے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ ان خواتین نے جن کے ہاتھوں میں مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے چنا پیسنے سے، چکی چلانے سے چھالے پڑ چکے تھے یہ جواب دیا کہ سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کے ہاتھ پر توبہ کرنے سے اور بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں ہم اللہ کے راستہ میں جو تکلیف اٹھا رہی ہیں تو اس مجاہدہ کی برکت سے ہمارے قلب میں اللہ تعالیٰ نے ایسا ایمان و یقین عطا فرمایا ہے کہ اگر وہ ایمان و یقین ہمارے دلوں سے نکال

کربالاکوٹ کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو بالاکوٹ کے پہاڑ اس کو برداشت نہیں کرسکیں گے، ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کی چار تفاسیر

تو دوستو! ایمان ویقین بنتا ہے مجاہدات سے، اللہ کی محبت میں جو جتنا زیادہ مجاہدہ کرتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان ویقین بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قربِ خاص سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کی قید اسی لئے لگادی، بعض لوگوں نے اللہ والوں کی صحبت تو اٹھائی مگر مجاہدہ اختیار نہیں کیا، اس لئے اللہ نے صحبت اہل اللہ کے ساتھ دوسری شرط مجاہدہ کی لگادی وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا جو مجاہدہ اختیار کریں گے۔

علامہ آلوسی نے مجاہدہ کی چار تفسیریں بیان کی ہیں۔ نمبر ایک اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِي ابْتِغَآءِ مَرْضَاتِنَا جن لوگوں نے مجھ کو خوش کرنے کے لئے مشقت اٹھائی، مجھ کو خوش کیا اپنے نفس کو خوش نہیں کیا، نفس نے کہا بدنگاہی کرلو، اس سالک نے کہا کہ اے نفس تیری نہیں سنوں گا، نفس نے کہا کہ میں بہت شور مچاؤں گا، بہت تکلیف ظاہر کروں گا، اس نے کہا کہ تمہاری تکلیف اپنی طرف اپنی جگہ لیکن میرے مولا کریم کی رضا اور خوشی کی قیمت الگ ہے، تم ہمارے دشمن ہو تم کو خوش کر کے ہم نے ہمیشہ ذلتیں اٹھائی ہیں، اب اپنے مالک کو خوش کر کے ہم دونوں جہان میں عزت پائیں گے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدہ کی دوسری تفسیر یہ کی ہے اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِيْ نُصْرَةِ دِيْنِنَا جنہوں نے دین کو پھیلانے کے لئے مشقتیں اور تکالیف اٹھائیں۔ تیسری تفسیر ہے اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِيْ اِمْتِثَالِ اَوَامِرِنَا جنہوں نے احکامِ الٰہیہ کو تعمیل کرنے کے سلسلہ میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔ چوتھی تفسیر ہے

اَلَّذِیْنَ اخۡتَارُوا الۡمَشَقَّۃَ فِی الۡاِنۡتِہَآءِ عَنۡ مَّنَاہِیۡنَا اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو حرام فرمایا ہے، جن باتوں سے منع فرمایا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں سے منع کیا ہے، ہمارے خاص بندے مجھ کو خوش کرنے کے لئے اپنے نفس پر زخم اور تلوار برداشت کرتے ہیں۔ وہ نالائق کیا محبت کا مارا بنا پھرتا ہے جو اپنے نفس کی غلامی کر کے مولائے کریم کو ناراض کرتا ہے، رونے کا مقام ہے، یہ شخص اپنے نفس کو جتنا بھی ملامت کرے کم ہے۔ اسی لئے مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کاش کہ مادر نہ زادے مر مرا
یا مرا شیرے بخوردے در چرا

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کاش مجھ کو میری ماں نے پیدا ہی نہ کیا ہوتا تاکہ میں خدا کی نافرمانی کی ذلتوں کا سامنا نہ کرتا اور اللہ کے غضب اور قہر میں ایک سانس بھی نہ لیتا، یا مجھے چراگاہ میں، جنگل میں شیر کھا گیا ہوتا تو وہ اس بات سے بہت اچھا ہوتا کہ میں خدائے تعالیٰ کے غضب وقہر کے اعمال میں اپنی زندگی کی کوئی سانس گذاردیتا یعنی اللہ کو ناراض نہ کرتا۔

اللہ کے نام کی صحیح مٹھاس غیر اللہ سے دل کی پاکی پر ملتی ہے

آپ بتایئے کسی کے گھر میں بریانی ہو، شامی کباب ہوں اور نہایت ہی شاندار قالین ہوں، ہر طرف دس ہزار روپے تولہ والا عطر لگا ہوا ہو، لیکن اسی گھر میں ایک مردہ بھی کفن سے لپٹا پڑا ہوا ہو جس کو ابھی دفن نہ کیا گیا ہو تو کیا اس گھر کے مکین بریانی وشامی کباب سے خوشی محسوس کریں گے؟ تو جس کے دل میں کسی مردہ کی محبت پڑی ہوئی ہو وہ اللہ کی محبت کی بہاروں سے صحیح بہاریں نہیں پاسکتا، اسی لئے اللہ میاں نے لَآ اِلٰہَ پہلے نازل کیا اور اِلَّا اللہُ بعد میں نازل کیا

کہ اگر اِلَّا اللّٰہُ کی بہار لینی ہے تو لَآ اِلٰہَ سے یعنی غیر اللہ سے دل کو پاک کرو، جیسے اس گھر میں مردہ پڑا ہے تو کتنا ہی عمدہ کھانا ہو، کتنے ہی دوست احباب میں شعر و شاعری ہو، دلچسپی کی باتیں ہوں لیکن کیا اس گھر والوں کو صحیح مزہ آئے گا، کیونکہ اس مردے کی وجہ سے ایک وحشت اور گھبراہٹ ہے۔ تو جن کے دلوں میں مرنے والوں کی محبت گھسی ہوئی ہے، جن کے دلوں میں مردوں کی، مرنے والوں کی محبت گھسی ہوئی ہے، اگرچہ وہ سڑکوں پر چل رہے ہیں لیکن یہ سب مرنے والے ہیں، چند دنوں کے لئے چل رہے ہیں، جیسے کیسٹ بھر دی گئی ہو، کسی پلاسٹک کے دو کھلونے ہوں پلاسٹک کا ایک عاشق اور ایک معشوق ہو اور اس میں آواز بھر دو اور بجلی سے چلا دو، تو وہ کہتا ہے آہا صاحب! کیا کہنا ہے آپ کا۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

غرض دونوں میں عشق و محبت کی خوب باتیں ہو رہی ہیں، جب کیسٹ ختم ہوئی دونوں دھڑ سے گر گئے، یہ اِدھر گرا اور وہ اُدھر گرے۔

آ کر قضا باہوش کو بے ہوش کر گئی
ہنگامۂ حیات کو خاموش کر گئی

چند دن کی چلتی پھرتی تصویریں ہیں، مرنے کے بعد سب افسانے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان مُردوں سے دل مت لگاؤ، جس کے دل میں کسی مردہ کی محبت دل کے کسی بھی گوشہ میں ہوگی اور وہ اپنے اختیار سے اس کو باقی رکھتا ہے، ایک ہے غیر اختیاری اس کی تو معافی ہے، لیکن جو اپنے اختیار سے اس سے مزے لیتا رہتا ہے اس کے دل کو اللہ کی محبت کی بہار نہیں مل سکتی۔

موضع تہمت سے بچو

میں نے اپنے طلبہ سے یہاں تک کہا ہے کہ جدھر فلیٹ ہیں اس طرف منہ کر کے مت بیٹھو، اگر چہ تم تو ان کو نہیں دیکھو گے لیکن عورتیں یہی کہیں گی کہ دیکھو ڈاڑھی والا ہماری طرف منہ کر کے بیٹھتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے طلبہ کی نیت میں کوئی فتور ہے، طلبہ نیک ہیں، بھولے بھالے ہیں، سیدھے سادھے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ جدھر چاہو منہ کر کے بیٹھ جاؤ ہم کسی کو دیکھتے تو نہیں ہیں، لیکن میں اپنے طلبہ کو اپنے مدرسہ کے ملازمین کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُدھر منہ کر کے مت بیٹھو اس لئے کہ شیطان بدگمانی ڈالتا ہے، بلکہ وہ عورتیں کہیں گی کہ یہ مدرسہ کہاں سے بن گیا ہے، جس مولوی کو دیکھو میری طرف منہ کیے بیٹھا ہے۔ تو ہمارے طلبہ کرام اس نصیحت کو خوب سمجھ لیں اور اُدھر ہرگز مت دیکھیں، منہ دوسری طرف کرلیں، میں بھی جب گرمیوں میں باہر بیٹھتا ہوں تو اُدھر منہ نہیں کرتا، دوسری طرف کرتا ہوں تاکہ موضع تہمت سے بچ جاؤں۔ موضع تہمت سے بھی بچو۔

صاحبِ نسبت کی خطا اور اس کی توبہ کا مقام

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اللہ والوں سے بھی کبھی خطا ہو سکتی ہے، وہ معصوم نہیں ہوتے، کبھی ان سے بھی خطا ہو سکتی ہے لیکن وہ اس خطا پر قائم نہیں رہتے، ایسی توبہ کرتے ہیں کہ زمین و آسمان ہل جاتے ہیں، عرشِ الٰہی کو ہلا دیتے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے خدا! میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجئے، میری دعا میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجئے۔ اس کا نام دعا ہے، میں نے اپنے بزرگوں کو دعا مانگتے

ہوئے دیکھا ہے، میرے مرشدِ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دعا مانگتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ سجدہ گاہ تر ہو جاتی تھی، کانپور میں ایک مرتبہ حاجی اسلام الدین کے گھر پر حضرت نے مغرب کی نماز پڑھائی، مغرب کے بعد دعا میں رونا آ گیا، رو رو کر خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا ؎

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

اللہ والے دعا میں اپنے اللہ سے باتیں کرتے ہیں، اگر کسی شخص نے اللہ کو صحیح طریقے سے مانگا ہو اور چاہا ہو یقیناً اس کو اللہ ملا ہے بشرطیکہ اس نے اخلاص سے اللہ کو چاہا ہو، اس نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو یاد کیا ہو اور طلب کیا ہو، جو لوگ اللہ تک نہیں پہنچے وہ یقیناً غیر مخلص ہیں، ان کے اخلاص میں ان کے نفس کی کوئی نہ کوئی آمیزش اور سازش ہے، یہ خواہشات کی غلامی اور بت پرستی کے ساتھ ہیں، ان میں وہ توحید نہیں ہے۔

شیخ کے ہاں چلّہ لگانے کا ادب

دوستو! اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ بزرگوں کو اپنا رفیق بناؤ، جمعہ جمعہ کی ملاقات عظیم الشان نعمت ہے لیکن اس سے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں فلاں کا رفیق ہوں، دنیا کی تاریخ میں آپ کو رفیق نہیں لکھا جا سکتا، اتنا کہا جائے گا کہ یہ جمعہ جمعہ جایا کرتے تھے، کم از کم تین دن رہ لو تو بھی رفاقت ثابت ہو جائے گی، چوبیس گھنٹے رہ لو تو کہہ سکتے ہو کہ میں ان کا ساتھی ہوں، زندگی میں کبھی چوبیس گھنٹے رہا ہوں۔ آپ سے جو خطاب کر رہا ہے یہ اختر سترہ سال کی جوانی میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن رہ گیا تھا،

اپنا عمل ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا ہے لیکن اپنے دوستوں کی حوصلہ افزائی اور اپنے دوستوں کے ارادوں میں طاقت کے لئے اظہارِ عمل کررہا ہوں کہ اپنے شیخ سے پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن رہا اور اس کی برکت آج تک محسوس کرتا ہوں کیونکہ میں اعظم گڑھ سے علیگڑھ گیا، جہاں بھی گیا کسی سوسائٹی سے متاثر نہیں ہوا، ان چالیس دنوں کی صحبت ہر زمانے میں ہر وقت میرے کام آتی ہے۔ چالیس دنوں کی برکت سے ایک حیات عطا ہوجاتی ہے، ایک مزاج بن جاتا ہے بشرطیکہ وہ چالیس دن ایسے ہوں کہ پان کھانے بھی خانقاہ سے باہر نہ نکلے، کسی سے پان منگوالے، کسی سے زیادہ بات چیت بھی نہ کرے، بے کار گفتگو سے بھی نور نکلتا رہتا ہے، یہ وہ چیز ہے جس کو خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب کرکے فرمایا تھا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

خواجہ عزیز الحسن علماء کے شیخ ہوئے، انگریزی داں علماء کا پیر بن گیا، مفتی جمیل احمد تھانوی ابھی لاہور میں زندہ ہیں، لاہور جا کر ان سے پوچھ لو، انہوں نے بھی انہیں اپنا پیر بنایا تھا۔ میرے مرشدِ ثانی مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا۔

محبت اخلاص کے ساتھ ہوتو رائیگاں نہیں جاتی

ایک بزرگ تھے، ان کا نام تھا بھیکا شاہ، وہ اپنے شیخ شاہ ابوالمعالی کا نام لے کر کہا کرتے تھے۔

بھیکا معالی پہ واریاں دن میں سو سو بار
کاگا سے ہنس کیو اور کرت نہ لاگی بار

میں اپنے شیخ ابوالمعالی پر فدا ہوجاؤں، دن میں سو سو مرتبہ میں ان پر قربان ہوجاؤں، میں کوا تھا، گناہوں کا عادی تھا، مردے کھایا کرتا تھا لیکن انہوں نے مجھے کوے سے ہنس بنادیا اور انہیں ایسا کرنے میں دیر بھی نہ لگی، محبت اگر اخلاص سے ہو تو ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جاتی۔

مؤمن کا مزاج کیسا ہونا چاہیے؟

تو میں عرض کررہا تھا کہ الوؤں کا ایک جنگل تھا، یہ میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی سنا رہا ہوں جو فارسی زبان میں ہے لیکن میں بزبانِ اردو پیش کررہا ہوں، کہیں کہیں فارسی شعر بھی پیش کردوں گا۔ ایک بازِ شاہی جو بادشاہ کے محل میں رہتا تھا، شاہ کے پنجے پر رہتا تھا، اس کی آنکھیں بادشاہ کی آنکھوں سے ملتی رہتی تھیں، وہ بازِ شاہی شیر کا شکار کرتا تھا، ایک دن شاہی محل سے اڑا اور راستہ بھول گیا، بجائے شاہی محل کے ایک جنگل میں چلا گیا، وہ جنگل ویران تھا، وہاں ہر درخت کے اندر سوراخ تھا، درختوں کے ان سوراخوں میں ہزاروں الو بیٹھے ہوئے تھے، جب انہوں نے بازِ شاہی کو دیکھا تو سب نے شور مچانا شروع کردیا کہ بھئی! یہ کون سا پرندہ آگیا، دیکھو تو عجیب وغریب پرندہ ہے، ہمارے ڈیزائن کا نہیں ہے، غیر مانوس معلوم ہوتا ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہمارے جنگل پر قبضہ کرلے اور ہمارے انڈے بچے سب کھا جائے، لہٰذا انہوں نے شور مچایا تو اس بازِ شاہی نے جو جواب دیا وہی جواب ہمیں دینا چاہیے، جب شیطان ونفس ہم کو کسی نامناسب جگہ لے جائیں، نظر بازی، وی سی آر، سینما اور دنیا میں جتنے بھی گندے گندے کام ہیں شیطان ونفس ان کی طرف کھینچے یعنی آپ کو الوہستان لے جائے تو آپ بھی ان کو بازِ شاہی والا جواب دیجئے۔ مولانا رومی کا کمال دیکھئے کہ اس بازِ شاہی کی طرف سے بیان کررہے ہیں کہ

اس نے یہ جواب دیا۔

من نخواہم بود ایں جا می روم
سوئے شہنشاہ راجع می شوم

سبحان اللہ! کاش کہ ہمارے دلوں میں یہ درد پیدا ہو جائے کہ جو بدنظری میں مبتلا ہیں انہیں یاد آجائے کہ ہم بازِ شاہی ہیں اور فوراً وہاں سے بھاگے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اللہ کی نافرمانی والی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ جو شخص اللہ کی نافرمانی میں قرار اور سکون حاصل کرتا ہے اس ظالم کو فرار کا نقطۂ آغاز اور زیرو پوائنٹ بھی حاصل نہیں، کس منہ سے اپنے آپ کو اللہ کا عاشق کہتا ہے۔ تو بازِ شاہی نے کہا ارے الوؤ! میں اس جنگل میں نہیں رہوں گا، میں یہاں سے جا رہا ہوں، میرا کام الوؤں میں رہنا نہیں ہے، میں بادشاہوں کے پاس رہتا ہوں۔

الو پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایمپریس مارکیٹ میں ایک شخص الو بیچ رہا تھا، اس کے پاس ایک بڑا الو تھا اور ایک اس کا بچہ تھا، کسی نے پوچھا کہ بڑے الو کے کیا دام ہیں تو اس نے بتایا پانچ روپے اور جو بچہ تھا اس کے دام دس روپے بتائے تو اس نے کہا کہ صاحب الو کے بچے کے دام دس روپے اور جو اتنا بڑا الو ہے، اس سے تین گنا زیادہ بڑا ہے اس کی قیمت آدھی یعنی پانچ روپے کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب آپ کو غصہ آتا ہے تو آپ خالی الو نہیں کہتے بلکہ الو کا پٹھہ کہتے ہیں، اس لئے میں الو کے پٹھے کے دام زیادہ مانگ رہا ہوں تاکہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جایا کرے۔ تو اس باز شاہی نے کہا۔

من نخواہم بود ایں جا می روم
سوئے شہنشاہ راجع می شوم

میں تمہارے اندر نہیں رہوں گا، میں اپنے بادشاہ کی طرف لوٹ رہا ہوں۔

ارے ہم آپ بھی نفس وشیطان سے یہی کہہ دیں کہ میں اپنے اللہ کی طرف بھاگا جارہا ہوں:

﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۝﴾

(سورۃ الصافات، آیت:۹۹)

یہ کہہ دو کہ میں اپنے اللہ کی طرف بھاگ رہا ہوں، جب کوئی ٹیڈی، کوئی عورت سامنے نظر آئے تو سڑک بدل لو، نظریں بدل لو، تمہاری طرف سے گذرے تو اُدھر پیٹھ کرلو اور یہ آیت پڑھ لو اِنِّیْ ذَاهِبٌ میں جارہا ہوں اِلٰی رَبِّیْ اپنے رب کی طرف یعنی اپنے مالک کو خوش کرنا چاہتا ہوں، سَیَهْدِیْنِ عنقریب پھر اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت بھی دے دیں گے۔ جس نے نظر سے نظر ملائی اس پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے کہ اللہ لعنت کرے ان لوگوں پر جو لڑکیوں سے، ٹیڈیوں سے، نامحرم عورتوں سے اور ان لڑکے سے اپنی نظروں کو خراب کرتے ہیں جن کی ڈاڑھی مونچھ نہیں ہے۔ کیا نبی کی بد دعا معمولی بات ہے؟ بدنظری کے بعد ایسے لوگوں کا چہرہ دیکھو، وہ لوگ بھی بدنظری کے بعد اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ لیں، ان پر لعنت اور پھٹکار برستی ہے۔ تو مولانا رومی نے بازِ شاہی پر پہلا شعر بیان کیا۔

من نخواہم بود ایں جا می روم
سوئے شہنشاہ راجع می شوم

میں یہاں نہیں رہوں گا، میں یہاں سے جارہا ہوں، میں بادشاہ کے پاس رہتا ہوں۔ مسلمانو! میرے بھائیو! اور میرے دوستو! ہم آپ بھی نفس و شیطان سے یہی کہہ دیں کہ میں مسجد جارہا ہوں، میں دو رکعات پڑھ کر اپنے اللہ کو یاد کروں گا۔

اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے

اللہ والوں کے پاس چلے جاؤ، اللہ والوں کے پاس جانا اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
گو نشیند با حضورِ اولیاء

اگر کوئی یہ چاہے کہ میں خدا کے پاس بیٹھوں تو اس سے کہہ دو کہ کسی ولی اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ۔ جو عطر کی شیشی کے پاس بیٹھتا ہے وہ عطر کے پاس بیٹھتا ہے یا نہیں؟ جس شیشی میں عطر ہو اس شیشی کے پاس بیٹھ جائے تو یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ آج میں عطر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، جن کی شیشی میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا عطر ہے ان کے پاس بیٹھنا گویا خدائے تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے افضل ہے

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ جو شعر ہے کہ اللہ والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے، تو اس میں کچھ مبالغہ سا لگ رہا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ حضرت تھانوی نے فرمایا مفتی صاحب اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاعر نے بہت کم بیان کیا ہے، درحقیقت اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت سے بھی افضل ہے، پھر حضرت تھانوی نے شعر کو یوں بدل دیا ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ اہل اللہ کی صحبت کی برکت سے یقین واخلاص دل میں اتر جاتا ہے ورنہ عبادت تو شیطان نے بھی بہت زیادہ کی تھی مگر مردودیت سے نہیں بچ سکا،لیکن اہل اللہ کی صحبت سے ایسا ایمان اور ایسا یقین دل میں اتر جاتا ہے جس کی برکت سے حسنِ خاتمہ نصیب ہوتا ہے، یہ تو ہوسکتا ہے کہ کبھی کسی سے گناہ ہوجائے لیکن ان لوگوں کا دائرۂ اسلام سے خروج نہیں ہوتا جنہوں نے اللہ والوں کی صحبت اٹھائی ہے۔ ہندوستان میں انگریزوں کے زمانہ میں مسلمانوں کو ہندو بنایا جارہا تھا تو آریہ جماعت کے پنڈتوں کی جماعت کسی گاؤں میں گئی اور ایک مسلمان سے کہا کہ تم ہندو ہوجاؤ، تو اس نے جوتا اتارلیا۔ دیہات والے جوتے کے نیچے نعل بھی لگائے ہوتے ہیں، اس نے کہا کہ اتنے جوتے ماروں گا کہ کھوپڑی فارغ البال کردوں گا یعنی سر پر ایک بال نہ رہے گا کیونکہ تم نہیں جانتے کہ میں نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اٹھائی ہے،تم ہمارے ایمان ویقین کو نہیں جانتے۔

تو بازِ شاہی نے دوسرا شعر کیا کہا، دوسرے مضمون کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے ؎

ایں خراب آباد در چشمِ شما ست
بہرِ من آں ساعدِ شہ خوب جا ست

اے الوؤ! یہ ویرانہ، یہ جنگل برباد تم کو مبارک ہو،خرابا آباد خراب اور ویران جگہ کو کہتے ہیں، الو ہمیشہ ویرانے میں رہتا ہے، اسی لئے اگر کہیں الو نظر آجائے تو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا گھر ویران نہ ہوجائے۔ یہ عقیدہ رکھنا جائز نہیں، الو کے اختیار میں ہمارا گھر برباد کرنا نہیں ہے، ہم مومن ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے۔اور انگریزوں نے تو اُلٹا معاملہ کیا ہے، وہ گھر گھر میں الو پالتے ہیں،لندن میں جا کر دیکھو انگریز کے کمروں میں الو رہتا ہے یا الو کی

تصویر، کہتے ہیں بہت عقلمند پرندہ ہے، خاموش رہتا ہے، کچھ سوچتا رہتا ہے، دن بھر سوتا رہتا ہے اور رات بھر جاگتا ہے۔

دورانِ وعظ سونے پر حضرت والا کی نصیحت

میرے بیان میں جب کوئی سوتا ہے تو میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں، وہ قصہ میرے ایک دوست ٹیکسلا والے حکیم امیر احمد صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ ہندوستان میں ایک خان صاحب مقروض ہوگئے، دوستوں میں یار باشی کرتے تھے، کماتے کچھ نہیں تھے، ایک بنیا سے ادھار لے کر کھایا یہاں تک کہ دس ہزار کا قرض ہوگیا، بنیے نے کہا کہ قرض ادا کرو ورنہ مقدمہ کردوں گا، خان صاحب نے دوستوں کو بلایا کہ بھئی! دیکھو تم سب جاکر اس بنیے سے پوچھو کہ کیا تمہارے یہاں اُلّو بِکتا ہے؟ جب دس بیس لوگ پوچھنے جائیں گے تو وہ اُلّو بیچنے کے لیے اسے ڈھونڈے گا، ہم ایک اُلّو لے کر اُدھر سے گذریں گے، وہ ہم سے اُلّو خرید لے گا، ہم اس کے دام پندرہ ہزار بتائیں گے، وہ پوچھے گا کہ یہ کہاں استعمال ہوتا ہے، ہم بتائیں گے کہ راجہ لوگ اپنی بیٹی کی شادی کے جہیز میں دیتے ہیں، تو میرا قرضہ بھی ادا ہوجائے گا اور پانچ ہزار اور اضافی مل جائے گا۔ اب خان صاحب کے دس بیس دوست جو ان کے حلقے میں شامل تھے ہندو بنیا کے یہاں جاتے اور پوچھتے کہ او لالہ جی! تمہارے یہاں اُلّو ہے، لالہ جی نے کہا کہ اُلّو بھی کہیں بِکتا ہے؟ کہا ہاں شادی کا زمانہ ہے، راجہ لوگ اپنی بیٹی کے جہیز میں دیتے ہیں۔ اب اس کے پاس دس بیس لوگ گئے تو اس کو یقین آ گیا۔ جب خان صاحب نے دیکھا کہ اب میدان ہموار ہے اور لالہ جی الو کی خریداری کے لئے بے چین ہے تو اس نے جنگل سے اُلّو پکڑا اور پان کھاکے اُلّو کے اوپر بھی تھوڑا پان لگا دیا جس سے وہ اور حسین ہوگیا اور لالہ جی کی

دکان کے سامنے سے گذرا، لالہ جی نے اسے دیکھ کر کہا کہ او خان صاحب! اُلّو بیچو گے؟ کہا ہاں بیچوں گا مگر دام بہت مہنگا ہے، آج کل شادی کا سیزن ہے، لالہ کہنے لگا کہ جو بھی بھاؤ ہو ہمیں دے دو، خان صاحب کہنے لگے کہ بھئی! دیکھو اپنا بہی کھاتہ لے آؤ اور دس ہزار کا جو قرضہ ہے اسے میرے سامنے کاٹو، اسے لکیر مارو اور لکھو کہ سارا پیسہ وصول پایا اور پانچ ہزار نقد لے آؤ۔ خان صاحب نے اُلّو اس کو پندرہ ہزار میں دیا، دس ہزار اپنا قرضہ معاف کرایا اور مونچھوں پر تاؤ دے کر پانچ ہزار نقد لے آیا اور ساتھیوں سے کہا کہ اب آپ لوگ لالہ کی دوکان پر مت جانا ورنہ پھنسا لے گا، اب اس کے پاس اُلّو آ گیا ہے، وہ کہے گا کہ اب لو اُلّو روزانہ مانگتے تھے تو تم سارے اُلّو بن جاؤ گے، میں نے اس اُلّو کو اُلّو بنا دیا ہے، خبردار! اب تم لوگ وہاں مت جانا ورنہ پھر وہ تمہیں اُلّو دے دے گا اور تمہیں لینا پڑے گا کیونکہ تم روزانہ اُلّو مانگ رہے تھے، چنانچہ سب نے جانا چھوڑ دیا، اب بنیا بہت غمگین ہوا کیونکہ بنیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کی چمڑی جائے دمڑی نہ جائے، لہٰذا وہ بہت ہی غمگین ہوا، اس کو دست و پیچش لگ گئے، تو الو چونکہ دن میں سوتا ہے رات میں جاگتا ہے، تو ایک دن اس نے اُلّو کی آنکھ کھول کر دیکھی تو وہ آنکھ ہی نہیں کھول رہا تھا، بند کیے ہوئے تھا تب وہ اور رونا چلانا شروع ہو گیا اور اُلّو سے کہا ارے جمع کے ڈوبو! آنکھیں تو کھولو یعنی تو مر جائے گا کمبخت تو میری پونجی ڈوب جائے گی نفع بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے جب کوئی میرے سامنے سوتا ہے اور وہ میرا بے تکلف دوست ہوتا ہے، ہر ایک کو نہیں کہتا، اپنے خصوصی بے تکلف دوستوں میں قصہ سنا لیتا ہوں جس سے ان کی نیند بھاگ جاتی ہے، ورنہ وہ کہیں گے جمع کے ڈوگو ہم بھی بن جائیں گے۔

ویرانیٔ عشقِ مجازی اور آبادیٔ عشقِ حقیقی

تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا شعر فرمایا کہ اس بازِ شاہی نے کہا کہ اے اُلّوؤ! یہ ویرانستان، یہ الوہستان، اُلّوؤں کی یہ جگہ تم کو ہی مبارک ہو، میرے لئے میرے بادشاہ کی کلائی بہترین جگہ ہے جہاں میں بیٹھا رہتا ہوں۔ تو مومن کو بھی یہی کہنا چاہیے کہ میری مسجد کا مصلیٰ اور میری تسبیح اور اللہ کے ساتھ مشغول ہونا سلطنتِ سلیمانی سے افضل ہے، یہ میرے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ میں تم مُردوں کو دیکھوں اور چند دن کے بعد جب شکل بدل جائے تو اپنا سر پیٹوں، کتنے لوگ حسینوں کے چکر میں تھے، جب جغرافیہ بدل گیا تو سر پیٹ کر یعنی سر پر پیر رکھ کے بھاگے، اسی لئے میرا شعر ہے ؎

اِدھر جغرافیہ بدلا اُدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

یعنی شکل بدلتے ہی، حسن کی جوانی ڈھلتے ہی عشق و محبت کے سارے افسانے ختم ہوگئے۔ اللہ والوں کے لئے اللہ کا ذکر و فکر اور تسبیح و تنہائی اور خدائے تعالیٰ کی یاد میں مشغولی کا لمحہ حاصلِ کائنات ہے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

وہ مرے لمحات جو گذرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

میری زندگی کا حاصل یعنی نچوڑ وہی سانس ہے جو اللہ کی یاد میں گذر جائے۔

اللہ والوں کو ستانے پر مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی عبرت انگیز نصیحت

پھر ان اُلّوؤں نے ایک میٹنگ کی کہ یہ باتیں بنا رہا ہے، یہ مکار

ہے، ابھی جنگل پر قبضہ کرلے گا، اس کے پر نوچ لو، اس کو پیٹ پیٹ کر جان سے ماردو۔ بازِ شاہی نے جب دیکھا کہ مجھے مارنے کے لیے ان کی میٹنگ ہورہی ہے اور میرے پر اُکھاڑنے کی سازش ہورہی ہے تب اس نے اعلان کیا۔

گفت باز ار یک پرِ من بشکند
بیخ چغدستاں شہنشہ بر کند

اے اُلّو ؤ! میں بازِ شاہی ہوں، اگر تم نے میرا ایک پر بھی توڑا تو میرا بادشاہ تمہارے جنگل کو آگ لگادے گا، تمہارے انڈے بچے سب ختم کردے گا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تا دل صاحب دلے نامش بدرد

خدا کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتا جب تک وہ کسی اللہ والے کا دل نہ دُکھائے۔ اس کے بعد مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بازِ شاہی نے کہا کہ اے اُلّو ؤ! تم ہماری حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔

بازم و در من شود حیراں ہما
چغد کہ بود تا بداند سرِّ ما

میں بازِ شاہی ہوں، مجھ پر تو ہُما پرندہ بھی رشک کرتا ہے جس کے سائے سے بادشاہت ملتی ہے، میں بازِ شاہی ہوں، میری حقیقت اور میری بلندیِ شان کو اے الوؤ! تم کیا جانو، الوؤں کی کیا حقیقت ہے کہ ہمارے اسرار اور ہمارے رازوں کو سمجھ سکے۔ اسی طرح اللہ والوں کو بھی کم لوگ پہچانتے ہیں۔

لب ہیں خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

یعنی اللہ والے اگر ہنستے بھی ہیں تو اس وقت بھی ان کے دل میں اللہ کی محبت کا درد وغم ہوتا ہے، اسی لیے اللہ کے عاشقوں کو کم لوگ سمجھتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ ہماری روح اُس نابینا بڑھیا کی طرح ہوجائے جس نے بازِ شاہی کو نہ پہچاننے کی وجہ سے اس کے ناخن تراشنا شروع کردیئے، بازِ شاہی کی ناقدری کی، دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی روحیں نابینا ہیں، وہ اللہ والے کو پہچاننے سے قاصر ہیں، اندھی بڑھیا کی طرح اللہ والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کی غیبت اور برائیاں کرتے ہیں۔ ہم اپنے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں اُس اندھی بڑھیا کی طرح نہ بنا، ہمیں اپنے پیارے اور مقبول بندوں کی معرفت کی بینائی عطا کردے، خدا سے مانگتا ہوں کہ اے خدا! ہم کو بینائی دے دے، ہمیں وہ آنکھ دے دے کہ ہم تیرے مقبول بندوں کو پہچان لیں تاکہ ان سے ہمیں بھی کچھ فیض مل جائے۔

آیت رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّآ کی تفسیر

اب سنیے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا تعمیرِ کعبہ کے بعد دونوں نبیوں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے دو کام کئے، نمبر ایک یہ کہ انہوں نے پہلے یہ دعا کی رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا، تَقَبَّلۡ کا صیغہ باب تَفَعُّلٌ سے ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تَقَبَّلۡ باب تَفَعُّلٌ سے ہے، اس میں تکلف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی اعترافِ قصور ہوتا ہے۔ تو دونوں نبیوں نے کہا کہ اے اللہ! یہ کعبہ جو ہمارے ہاتھوں سے بنا ہے اس قابل نہیں ہے کہ آپ اس کو قبول فرمائیں لیکن از راہِ کرم، از راہِ تکلف اس کو قبول فرمالیجئے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں وَفِیۡ اخۡتِيَارِ صِيۡغَةِ التَّفَعُّلِ اعۡتِرَافٌ بِالۡقُصُوۡرِ، تَقَبَّلۡ کے لفظ میں قصور کا اعتراف ہے کہ

ہم سے حق ادا نہیں ہوا۔

ہم اور آپ آج سے عہد کرلیں کہ جب اللہ تعالیٰ نماز کی، تلاوت کی، حج کی، عمرے کی یا کسی اور اچھے عمل کی توفیق دیں تو یہی دعا پڑھ لیں۔ جب میں اپنے مدرسہ کی عمارت دیکھتا ہوں تو الحمد للہ یہی دعا پڑھتا ہوں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ سمیع کے معنیٰ ہیں سَمِيْعٌ بِدَعْوَاتِنَا ہماری دعاؤں کو آپ سن رہے ہیں اور علیم کے معنیٰ ہیں عَلِيْمٌ بِنِيَّاتِنَا آپ ہماری نیتوں سے باخبر ہیں۔ یہ تفسیر روح المعانی ہے۔ (جلد ۱، صفحہ ۳۲۴)

میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ تعمیر کعبہ کو قلب کی تعمیر اور دل کی اصلاح سے کیا جوڑ ہے، تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے تعمیرِ کعبہ کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ یہ دعا مانگی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا اے اللہ! کعبہ تو ہم نے بنا دیا لیکن اگر تیرے بندوں کا دل ٹھیک نہیں ہوگا تو وہ اس کعبہ میں بت رکھ دیں گے اور ان کو کعبہ کا فیض نہیں ملے گا، کعبہ میں بیٹھے ہوئے فلپس ریڈیو کی باتیں کریں گے، دوسروں کی غیبتیں کریں گے، کعبہ میں عورتوں کو بری نظر سے دیکھیں گے۔ اس لئے ان کے دل کو بنانے کے لیے، ان کے تزکیہ کے لیے ایک نبی بھیجئے تاکہ ان کی نظر میں کعبہ کی عظمت سمجھ میں آجائے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾

(سورۃ اٰل عمران، آیت: ۱۶۴)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک رسول پیدا کیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، اہلِ قریش میں حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔

بعثتِ نبوت کے تین مقاصد

اور اس بعثت کے مقاصد کیا ہوں گے؟ اس کے تین مقاصد ہوں گے یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ آپ کے کلام کی آیتیں تلاوت کریں گے، اس سے مکاتبِ قرآن ثابت ہوگئے کہ جگہ جگہ قرآنِ پاک کے مکتب قائم ہوں، جہاں آیات الٰہیہ کی تلاوت کی جائے۔ دوسرا جملہ ہے وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ اور آپ کی کتاب کی تعلیم دیں گے، اس سے دارالعلوم کا ثبوت ملتا ہے یعنی ایسے دارالعلوم جو کتاب کی تفسیر بھی بیان کریں اور جہاں احادیث کی شرح بھی کی جائے گی۔ علامہ آلوسی نے اس کی دو شرح کی ہیں اَیۡ یُفَہِّمُہُمۡ اَلۡفَاظَہٗ یعنی نبی قرآن کے الفاظ کی تفہیم بھی کرے اور قرآنِ پاک کے الفاظ و معانی بھی سمجھائے ،وَیُبَیِّنُ لَہُمۡ کَیۡفِیَّۃَ اَدَآئِہٖ اور قرآنِ پاک کے الفاظ کی کیفیتِ ادا کو بھی سِکھائے، اس سے تجویدِ قرآن کا ثبوت بھی مل گیا اور قرأت کے جو مدارس ہیں وہ بھی اس تفسیر سے ثابت ہوگئے۔ آگے ہے وَالۡحِکۡمَۃَ اور حکمت بھی سِکھائے۔ اب آپ کہیں گے کہ حکمت کیا چیز ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت کی پانچ تفسیریں کی ہیں۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۳۲۸)

نمبر ایک: حَقَآئِقُ الۡکِتٰبِ وَ دَقَآئِقُہٗ کتاب کے حقائق اور بڑی بڑی باریک باتیں جو اس کے اندر پوشیدہ ہیں نبی ان کو سمجھا دے۔ نمبر دو: اَلۡفِقۡہُ فِی الدِّیۡنِ دین کی سمجھ پیدا کریں۔ نمبر تین: طَرِیۡقُ السُّنَّۃِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا طریقہ سراسر حکمت ہے، کھانا ہاتھ دھو کر کھانا، جوتا بائیں طرف سے اُتارنا، داہنے پیر سے پہننا، مسجد میں داہنا پیر پہلے داخل کرنا، بیت الخلاء میں جانا ہو تو بایاں پیر پہلے داخل کرنا، یہ سب چیزیں حکمت سے تعلق رکھتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری سنتیں حکمت پر مبنی ہیں، حکمت کی تفسیر ہے کہ آپ کی

زندگی کا سارا طریقہ یعنی ساری سنتیں حکمت ہے۔ نمبر چار: مَا تُكَمَّلُ بِهِ النُّفُوْسُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْمَعَارِفِ نبی ایسی باتوں کی تعلیم دیں، ایسے احکام و معارف بیان کریں جس کے ذریعہ اللہ کے بندوں کے نفس کی تکمیل ہو، ان کی اصلاح ہو، وہ کامل انسان بن جائیں۔ تو چار تفسیریں ہوگئیں۔ نمبر ایک حَقَآئِقُ الْكِتٰبِ وَدَقَآئِقُهٗ نمبر دو طَرِيْقُ السُّنَّةِ، نمبر تین اَلْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ اور نمبر چار مَا تُكَمَّلُ بِهِ النُّفُوْسُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَالْمَعَارِفِ۔

عشقِ مجازی کا ایک عظیم نقصان

اگر کوئی شخص دل میں مُردوں کی محبت لے کر حج وعمرہ کرنے گیا تو کعبہ میں بھی عورتوں کی طرف حرام نظر کرنے سے باز نہیں آئے گا، اللہ کے غضب اور لعنت کو وہاں بھی خریدتا رہے گا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! ایسا رسول بھیجئے جو آپ کے بندوں کے دلوں کا تزکیہ کردے، ان کا دل اللہ والا بنادے تاکہ وہ کعبہ میں بھی تقویٰ سے رہے اور کعبہ کے نور اور برکت سے مالا مال ہوجائے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نفلی حج کرنے جارہا ہوں، کسی اللہ والے نے کہا کہ جس کے گھر جارہے ہو اس گھر والے سے تمہاری جان پہچان ہے؟ وہ زاروقطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ میں نفلی حج کرنے نہیں جاتا، پہلے سال بھر آپ کی خدمت میں رہتا ہوں، آپ اس گھر والے سے میری جان پہچان کرادیجئے، ایک سال ان کے پاس رہے اور عارف باللہ، اللہ والے بن گئے، اللہ کی پہچان مل گئی، پھر جب کعبہ گئے تو کسی حج میں وہ مزہ نہیں آیا تھا جو اس وقت مزہ آیا۔ لیکن یہاں اس مسئلہ کو اچھی طرح سے سمجھ لیجیے کہ جس پر حج فرض ہو اس کے لئے تاخیر جائز نہیں ہے، فرض حج تو فوراً کرنا ہے لیکن اگر حج فرض نہیں ہے تو پہلے دو چار ماہ کسی اللہ والے کے پاس رہ کر پھر اللہ

کے گھر جاؤ تو حسین نہیں حسینوں کا باپ بھی نظر آئے، حسینوں کا دادا بھی ہو، حسین کی دادی بھی ہو، حسین کی اماں بھی ہو ان شاء اللہ کسی پر نظر نہیں اُٹھے گی، آپ اللہ کے سامنے نظر نیچے کیے ہوئے طواف کریں گے اور میرا یہ شعر پڑھیں گے ان شاء اللہ۔ ایک صاحب نے کہا کہ جب میں طواف میں تمہارا یہ شعر پڑھتا ہوں تو اس سے پہلے کسی طواف میں اتنا مزہ نہیں آتا تھا جتنا اس دفعہ آیا، وہ شعر ہے ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ طواف تیرے گھر کا
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

پھر میں اسی شعر کو اور بدل دیتا ہوں ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ حاضری حرم کی
میں جاگتا ہوں یارب یا خواب دیکھتا ہوں

اور مدینہ پاک میں اس شعر کو اور بدل دیتا ہوں ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ روضۂ مبارک
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

اور پھر اور بدل کر کہتا ہوں ؎

کہاں یہ میری قسمت یہ حاضریِ مدینہ
میں جاگتا ہوں یا رب یا خواب دیکھتا ہوں

محبت کا مقام

ارے میاں! دین سارا عشق و محبت کا نام ہے، جو بے محبت والا ہے وہ کیا جانے دین کو، ایک سجدہ دو سو سلطنت سے افضل ہے اگر محبت سے کیا جائے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا
خوشتر آید از دو صد مُلکت ترا

خدائے تعالیٰ کے سامنے محبت سے ایک سجدہ کر لینا دو سو ملک سے اور دو سو سلطنت سے افضل ہے۔ اس لئے اللہ کی محبت سیکھنا فرض ہے اور اللہ کی کتنی محبت ہو؟ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جان سے زیادہ، اہل و عیال سے زیادہ، شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ اتنی محبت سیکھو پھر دیکھو دل میں کیا مزہ آتا ہے۔

تو آپ نے بعثتِ نبوت کے دو مقاصد سن لیے یعنی یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ یعنی نبی اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تلاوت سِکھاتے ہیں اور اس کی تفسیر بھی سکھاتے ہیں۔ اور تیسرا مقصد ہے وَیُزَکِّیۡہِمۡ یعنی نبی نفوس کا تزکیہ بھی کرتے ہیں۔ اب آپ سمجھے کہ تعمیرِ کعبہ کے ساتھ ساتھ تعمیرِ قلب کتنا ضروری ہے کہ کعبہ کی عظمت و محبت، انوار و برکات سب اصلاحِ نفس پر موقوف ہیں ورنہ وہاں جا کر بھی انسان بدمعاشی اور عورتوں سے نظر بازی کرتا ہے۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ دو حاجی کہہ رہے تھے کہ آج میں نے فلپس کا ریڈیو لیا ہے، خوب بجتا ہے۔ میں نے کہا کہ حاجی صاحب شرم کرو! اللہ کے گھر میں کیا باتیں کرتے ہو، یہاں تو انبیاء بھی ادب کی وجہ سے چپ ہو جاتے ہیں اور تمہارا یہ حال ہے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ملک میں اپنی اصلاح نہیں کرائی، وہی گندگی لپیٹے کعبہ میں آ گئے تو کعبہ کا عطر ان پر کیا اثر کرے گا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے ساتھ ساتھ قلب کی تعمیر کے لئے بھی دعا مانگی وَیُزَکِّیۡہِمۡ اے اللہ! تیرا نبی ان کے دلوں کا تزکیہ بھی کرے۔

تزکیہ کی تین تفاسیر

وَيُزَكِّيهِمْ کی تین تفسیریں ہیں۔نمبر ایک اَیْ يُطَهِّرُ قُلُوبَهُمْ آپ کا رسول صحابہ کے دلوں کو پاک کردے۔کس بات سے پاک کردے؟ عَنِ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ باطل عقیدوں سے۔غیر اللہ کی طاقت سے نفی کردے اور عقیدہ درست کرے کہ سب طاقت خدا ہی کے لئے ہے۔صحت ومرض، زندگی و موت عزت وذلت، نفع ونقصان کا مالک اللہ ہی ہے۔نمبر دو يُطَهِّرُ قُلُوبَهُمْ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِ اللهِ، اے اللہ! تیرے بندوں کا دل غیر اللہ میں مشغول نہ ہونے پائے، تیرا نبی تیرے بندوں کے قلوب کا اس طرح تزکیہ کردے، ان کے دلوں میں تیرا اتنا جلوہ اور روشنی پیدا کردے اور ان کے قلوب میں تیرا اتنا تعلق پیدا کردے کہ وہ غیر اللہ سے دل نہ لگانے پائیں، غیر اللہ کی مشغولی سے ان کو پاکی نصیب ہوجائے۔تیسری تفسیر ہے يُطَهِّرُ نُفُوسَهُمْ عَنِ الْاَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ اور آپ کا نبی ان کے نفوس کو برے اخلاق سے پاک کردے۔ اب يُطَهِّرُ نُفُوسَهُمْ عَنِ الْاَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ کی دو تفسیریں ہیں ۔ نمبر ایک يُطَهِّرُ الْاَبْدَانَ عَنِ الْاَنْجَاسِ۔وہ نبی ان کے بدن کو بھی پاکی سکھائیں گے کہ نجاستوں سے کیسے پاکی حاصل کی جاتی ہے، غسل فرض ہو تو کیسے غسل کیا جاتا ہے، وضو کیسے کیا جاتا ہے۔تو جسم کو ظاہری نجاستوں سے پاک کرنے کا طریقہ بھی سِکھائیں گے۔نمبر دو، يُطَهِّرُ نُفُوسَهُمْ عَنِ الْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ آپ کا نبی ان کے نفوس کو بری بری اور گندی عادتوں سے پاک کردے اور وہ گندی عادتیں کیا ہیں؟ بدنظری، حُبِّ دنیا، شہوت، غصہ، بُخل یعنی کنجوسی، جیسے کہتے ہیں کہ کنجوس مکھی چوس۔ بُخل پر ایک قصہ یاد آیا۔ایک بخیل تھا، اس کے سالن میں مکھی گرگئی، وہ جب اڑنے لگی تو اس نے پکڑلیا اور کہا کہ تیرے پروں میں میرا

جتنا سالن لگا ہے اسے چوسے بغیر نہیں جانے دوں گا، تو پہلے اس نے مکھی چوسی پھر اس کو چھوڑا۔

اہل حق کی خانقاہوں کی برائی کرنے والا شخص طریق اکابر پر نہیں

تو بعثتِ نبوی کے یہ تین مقاصد ہو گئے، تلاوتِ قرآن کے لئے مکاتب، تفسیرِ قرآن کے لئے دارالعلوم اور تزکیۂ نفس کے لئے خانقاہوں کا قیام بشرطیکہ وہ خانقاہ خوامخواہ نہ ہوں، یعنی اس خانقاہ کو چلانے والا کسی بزرگ صاحبِ شریعت وسنت کا مجاز اور خلیفہ ہو، اعتماد والا ہو اور سنت وشریعت کا پابند ہو۔ ایک آج کل کی خانقاہیں ہیں اور ایک حضرت مولانا گنگوہی صاحب کی خانقاہ تھی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی کی خانقاہ تھی، حکیم الامت حضرت تھانوی کی خانقاہ تھی۔

آج بہت سے لوگوں کو شیطان نے بہکا دیا، وہ ساری خانقاہوں کو علی الاعلان کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب خراب ہیں۔ ایسا شخص ظالم ہے، یہ اپنے اکابر کے راستہ سے ہٹ گیا ہے۔ بتایئے! حکیم الامت حضرت تھانوی کی خانقاہ تھی یا نہیں؟ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خانقاہ تھی، اس خانقاہ میں تین پیر اکٹھے رہتے تھے، حاجی امداد اللہ صاحب، مولانا شیخ محمد محدث تھانوی اور حافظ ضامن شہید، تین خلیفہ، تین پیر ایک ہی خانقاہ میں تھے اور آپس میں لڑتے بھی نہیں تھے، یہ ہیں اللہ والے۔ حافظ ضامن صاحب خانقاہ کے دروازہ پر حقہ پیا کرتے تھے، مگر وہ حقہ پاک تھا، آج کل کے حقوں جیسا نہیں تھا۔ تو اگر کوئی خانقاہ میں ان سے مرید ہونے آتا وہ کہتے کہ اگر تم اللہ اللہ سیکھنا چاہتے ہو تو وہ بڑے میاں حاجی امداد اللہ صاحب بیٹھے ہیں اور اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو مولانا شیخ محمد محدث صاحب بیٹھے ہیں اور اگر حقہ پینا ہے تو

یاروں کے پاس آجاؤ، انہوں نے ساری زندگی میں شاید ایک ہی مرید بنایا ہے ورنہ کسی کو مرید کرتے ہی نہیں تھے۔

تھانہ بھون میں حکیم الامت تھانوی کی خانقاہ سے مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب، مولانا خیر محمد جالندھری صاحب، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری صاحب، ڈاکٹر عبدالحی صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی صاحب، سید سلیمان ندوی صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب، مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بڑے بڑے علماء فیض حاصل کرتے تھے، لہٰذا خانقاہوں کو مطلق برا کہنا ظلمِ عظیم ہے اور جو ایسا کہتا ہے وہ اپنے بزرگوں کے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔ برا کہنا ہے تو اُن خانقاہوں کو برا کہو جہاں شریعت و سنت کے خلاف عمل ہورہا ہو لیکن جہاں علمائے دین آرہے ہوں جیسے یہاں مولانا فقیر محمد صاحب تشریف لاتے ہیں، مولانا ابرار الحق صاحب تشریف لائے، ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اور بڑے بڑے علماء نے میری کتابوں پر تقریظ لکھی ہے۔ لہٰذا دوستو! میں بھی دعا کرتا ہوں، آپ بھی دعا کیجئے کہ خدا ہمیں اندھی بڑھیا بننے سے بچائے، اور میرے لئے یہ دعا بھی کرو کہ میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کا خدا کے یہاں جو مرتبہ ہے اللہ وہ مجھ پر منکشف کردے تاکہ ہم ان کے زیادہ سے زیادہ حقوق ادا کرسکیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کی تفسیر

تو میں تزکیہ کے بارے میں عرض کررہا تھا کہ اللہ نے تزکیۂ نفس اور تعلیمِ کتاب کے بعد دو نام نازل کیے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اس میں کیا ربط ہے؟ اللہ میاں نے اپنے ننانوے ناموں میں سے ان دو ناموں کو تزکیۂ نفس سے کیوں جوڑا؟ کیونکہ جب انسان اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے تو

نفس مقابلہ کرتا ہے، سوسائٹی مقابلہ کرتی ہے، معاشرہ مقابلہ کرتا ہے، ماحول مقابلہ کرتا ہے تو آدمی ڈر جاتا ہے کہ ارے بھئی ! ڈاڑھی رکھیں گے تو سارے ہنسیں گے یا فلاں کام نہیں کریں گے جیسے کسی کی شادی میں ناچ گانا ہورہا ہے اگر اس میں نہیں جائیں گے تو برادری ہم کو چھوڑ دے گی، ارے اگر آپ کو یہ برادری چھوڑتی ہے تو کتنی بڑی برادری آپ کے ساتھ ہوجاتی ہے، ایک برادری آپ کو چھوڑتی ہے تو آپ کے ساتھ سارے انبیاء کرام، سارے صحابہ کرام، سارے اولیاء اللہ، سارے فرشتے ہوجاتے ہیں، ارے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی برادری آپ کو ملتی ہے۔ اب آپ فیصلہ کرلو کہ کون سی برادری اچھی ہے، اگر آپ مردوں اور بے پردہ عورتوں کی مخلوط شادی بیاہ میں نہیں شریک ہوتے اور آپ کی برادری آپ کو چھوڑتی ہے تو آپ کو انبیاء کرام کی برادری ملتی ہے، صحابہ کرام کی برادری ملتی ہے، اللہ والوں کی برادری ملتی ہے، فرشتوں کی برادری ملتی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ ایک بھنگی نے ہارون الرشید کو کہا کہ آج کل بادشاہ میری نگاہوں سے گرا ہوا ہے، جب سی آئی ڈی نے بادشاہ کو اطلاع دی تو بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ ہم نے بھنگیوں کی نظر میں اپنی قدر نہیں کرانی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نام عزیز اور حکیم ہی کیوں نازل کیے؟ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ عزیز کے معنی ہیں زبردست طاقت والا، اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّلَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ فِی اسْتِعْمَالِ قُدْرَتِہٖ جو ہر چیز پر قادر ہو اور کوئی طاقت اس کو اپنی قدرت کے استعمال سے نہ روک سکے، مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کی اصلاح کا ارادہ کرلیں تو اس کا نفس، شیطان، اس کی بیوی اور اس کا ماحول اللہ کے اس کام میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ اس لئے حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کے یہ دو نام لئے، اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اے خدا اگر آپ کا نبی آپ کے بندوں کا تزکیۂ نفس کرے یا علیٰ سبیلِ نیابت آپ کے اولیاء تزکیہ کریں اور نفس و شیاطین اور ماحول گڑبڑ کرنا چاہیں لیکن اگر آپ اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے تزکیۂ نفس کا ارادہ کرلیں تو آپ کی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو استعمال کریں تو کوئی طاقت ہے جو ان کے کام میں رکاوٹ ڈال سکے؟ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ولی بنانا چاہیں اور ہمارے نفس کی اصلاح کا فیصلہ کرلیں تو کوئی طاقت ہے جو اس میں رکاوٹ ڈال دے؟ اس لئے دو رکعات صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر کبھی کبھی یہ دعا کرلو کہ اے خدا! ہمارے تزکیۂ نفس کے لئے، ہماری اصلاح کے لئے آپ فیصلہ کرلیں، پھر کوئی طاقت آپ کی طاقت کے استعمال میں حائل نہیں ہوسکتی۔

تو یہ ربط ہے کہ تزکیۂ نفس کے لیے اللہ کے یہ دو نام کیوں نازل ہوئے۔ آپ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کو ان دونوں ناموں کا حوالہ دے کر دعا کریں کہ یا اللہ! تزکیۂ نفس کے بعد یہ دو نام عزیز اور حکیم نازل ہوئے ہیں لہٰذا ان ناموں کے صدقہ میں ہمارے تزکیۂ نفس کا ارادہ کرلیجئے پھر کس کی طاقت ہے جو آپ کے ارادوں میں گڑبڑ کرسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نفس کو کتی بنادیتے ہیں پھر وہ دم دبا کے بھاگتی ہے، اللہ تعالیٰ جس کو ہمتِ تقویٰ دینے کا ارادہ دے دیتے ہیں تو گناہ چھوڑنے کے معاملہ میں اسے اپنے نفس کا مکاشفہ یعنی شکل نظر آتی ہے، جیسے کتے دوڑا لیں تو وہ دم دبا کر بھاگتا ہے۔ اللہ کے ارادہ کے آگے نفس کی کیا حقیقت ہے، بس اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ان کا فضل و کرم ہمارے شاملِ حال رہے۔

امت کے بڑے لوگ کون ہیں؟

میں نے ترمذی شریف کی حدیث پڑھی تھی کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں صاحب بہت بڑے آدمی ہیں، ایک کروڑ کا بینک بیلنس ہے، تین چار بنگلے ہیں، دس بیس موٹریں ہیں۔ تو سمجھ لیجیے کہ یہ بڑے آدمی نہیں ہیں، ایک حدیث میں تو یہ ہے کہ بڑے لوگ وہ ہیں جو حافظِ قرآن ہیں، راتوں کو تہجد پڑھتے ہیں، حافظوں کے ذمہ بھی راتوں کو تہجد پڑھنا لگا دیا ہے تاکہ خالی زبانی جمع خرچ نہ رہے، تو وہ اللہ والے بھی ہیں لیکن یہ حدیث جو میں نے آپ حضرات کو سنائی ہے کہ:

((خِيَارُكُمْ مَّنْ ذَكَّرَكُمْ بِاللّٰهِ رُؤْيَتُهٗ وَزَادَ فِيْ عِلْمِكُمْ مَّنْطِقُهٗ وَرَغَّبَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَمَلُهٗ))

(کنز العمال: باب الذکر وفضیلۃ، ج۱، ص۴۱۹)

تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے، جب وہ گفتگو کریں تو تمہارے علم میں اضافہ ہوجائے اور جب ان کا عمل دیکھیں تو آپ کو آخرت کی رغبت پیدا ہو۔ تو ان کا چہرہ ایسا ہو کہ دیکھتے ہی خدا یاد آجائے، سر سے پیر تک سنت کے مطابق ہوں۔ اور خدا کب یاد آئے گا؟ اگر کسی کی ڈاڑھی نہیں ہوگی تو کیا خدا یاد آئے گا؟ لہٰذا سر سے پیر تک سنت کا نمونہ بن جائیے۔ اور جب ان کا نیک عمل دیکھیں کہ کہیں سجدے میں آہ و نالے کر رہے ہوں، سجدے میں رو رہے ہوں، کبھی جنگل میں نعرے لگا رہے ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کبھی جنگل میں اللہ اللہ کرتا ہوں ؎

آہ را جز آسماں ہمدم نہ بود
راز را غیر خدا محرم نہ بود

جب میں جنگل میں آہ کرتا ہوں تو آسمان کے سوا کوئی میری آہ کو نہیں سنتا، میری آہ کا آسمان کے سوا کوئی ساتھی نہیں ہوتا یعنی میری محبت کے راز کو سوائے خدا

کے دنیا میں اور کوئی نہیں جانتا۔ کبھی تنہائیوں میں چھپ کر بھی مالک کو یاد کیا کرو۔ تو اس حدیث میں اچھے لوگوں کی تین علامتیں بیان ہو گئیں یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے یعنی شرعی ڈاڑھی ہو، پاجامہ ٹخنوں سے اوپر ہو، مونچھیں بڑی بڑی نہ ہوں، سنت کے مطابق صورت ہو اور اللہ کو اتنا زیادہ یاد کرے کہ اس کے دل کا نور دل سے چھلک کر چہروں اور آنکھوں سے جھلک رہا ہو۔ جب گلاس میں پانی بھر جاتا ہے تو چھلک کر باہر گرتا ہے یا نہیں؟

﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾

(سورۃ الفتح، آیت:۲۹)

اللہ فرماتے ہیں کہ جب میرے عاشقوں کا دل نور سے بھر جاتا ہے تو وہ نور دل سے چھلک کر آنکھوں اور چہرہ سے جھلکنے لگتا ہے اور آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے چھلکنے لگتا ہے، اور ان کی گفتگو سے علم میں برکت ہوتی ہے، زیادتی ہوتی ہے اور ان کے عمل سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہے، ان کا عمل دیکھ کر جی چاہتا ہے کہ ہم بھی اللہ کو یاد کریں۔

دین سیکھنے لیے اپنے مربی کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیے

اب ایک اعلان سنیے! حکیم الامت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ کبھی کبھی اپنے دینی مربّی کے ساتھ سفر کرلو۔ جب دین سِکھانے والا اور سیکھنے والا دونوں بے گھر ہو جائیں، اپنے بال بچوں سے دور ہو جائیں تو خدائے تعالیٰ کو ان پر رحم آجاتا ہے کہ میرا دین سکھانے والے اور سیکھنے والے آج میری محبت میں دونوں بے گھر ہیں۔ حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے مجدد تھے، تمام علماء کا اس پر اجماع ہے اور مجدد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تصنیف کے لحاظ سے، تربیت کے لحاظ سے، اصلاح

امت کے لحاظ سے ان کی خدمات کی کوئی مثال نہیں ہے۔ کئی سو برس تک اتنے علماء کسی سے بیعت نہیں ہوئے جتنے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، ابھی میں نے ان کے نام بھی لئے ہیں، یہ سب بڑے بڑے علماء تھے، اور مجدد کی بعثت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ تو حضرت تھانوی نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک مجلس اور ایک طریقۂ کار بنایا تھا، اس کا نام مجلس صیانۃ المسلمین ہے یعنی مسلمانوں کی برائیوں سے حفاظت کیسے کی جائے، یہ کام جامعہ اشرفیہ لاہور میں ہو رہا ہے، ہر سال مجلس صیانۃ المسلمین کا ایک سالانہ اجلاس ہوتا ہے، ہم لوگ بھی جاتے ہیں اور ہمارے سلسلہ کے لوگ جن کو حکیم الامت سے محبت وعقیدت ہے ماشاء اللہ وہ لوگ بھی پہنچ جاتے ہیں، بہت زبردست جلسہ ہوتا ہے، اس سال پانچ، چھ، سات اکتوبر یعنی تین دن تک یہ جلسہ ہوگا۔ جب میں پچھلے سال گیا تھا تو میرے ساتھ تقریباً تیس، چالیس آدمی تھے، ہمیں ایک الگ کمرہ دے دیا گیا تھا، اس سال بھی جن لوگوں کو چلنا ہو وہ اطلاع کر دیں، سارے پاکستان کے اکابر اور بزرگانِ دین اور سلسلۂ تھانوی حکیم الامت کے غلام اللہ کے لئے گھر چھوڑ دیں تو سب پر خاص رحمت نازل ہوگی، اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

مانا کہ بہت کیف ہے حب الوطنی میں
ہو جاتی ہے مے تیز غریب الوطنی میں

یعنی وطن کی محبت میں بہت مزہ آتا ہے لیکن جب انسان اللہ کے لئے غریب الوطن مسافر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت کی تیز والی پلاتے ہیں۔ اس لئے اختر بھی خدا کے بھروسے پر ارادہ کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں، تعلق رکھتے ہیں وہ بھی ارادہ کریں، تین دن کے لئے دونوں بے گھر ہو جائیں۔

حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے تھے کہ کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر کرلوتو جنہوں نے مجھے اپنا دینی مربی بنایا ہے ان کے لئے تو خاص طور سے میرا مشورہ ہے کہ کبھی میرے ساتھ سفر کرلو۔

حکیم الامت نے فرمایا کہ سفر میں خوب ساتھ رہتا ہے اور نمک تیل لکڑی کی فکر نہیں ہوتی، مرید بڑے سکون سے رہتا ہے، الحمدللہ! میں نے بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ بہت سفر کیے ہیں، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، اللہ شرفِ قبول بخشے۔

تو جن کو پانچ، چھ اور سات اکتوبر کو لاہور جانا ہو وہ الگ الگ بھی جاسکتے ہیں لیکن جن کو میرے ساتھ جانا ہو تو وہ نام لکھوالیں، کس طرح سے چلنا ہے، کس ڈبے سے چلنا ہے اس کا آپ مجھ سے مشورہ کرلیں۔ مجلس صیانۃ المسلمین کے پورے پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ مولانا وکیل احمد شیروانی یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں اور وہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی دامت برکاتہم کے داماد ہیں اور ان کے والد جو حکیم الامت کے خلیفہ تھے ہمارے انتہائی گہرے دوست ہیں، تو مولانا وکیل احمد شیروانی اس کام کو پورے پاکستان میں چلا رہے ہیں بلکہ سارے عالم میں اس کا لٹریچر بھیج رہے ہیں، وہ یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں، اب آپ ان کی کچھ بات سنئے۔ وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

(آخر میں حضرت والا نے دُعا فرمائی) اب دعا کرلیجئے، یااللہ! ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور اپنی رحمت سے تقویٰ کی زندگی عطا فرما دیجئے۔ اے خدا! یہ مجمع جو مختلف خاندانوں سے، مختلف شہروں سے تعلق رکھتا ہے، آپ کے نام پر یہاں جمع ہوا ہے، اختر سب کے لیے ایک ہی دعا مانگتا ہے کہ ہماری ہر سانس آپ کی مرضی پر فدا ہوجائے یعنی اے اللہ! ہمیں ایسا ایمان، ایسی محبت، ایسا یقین نصیب فرمایئے کہ ہماری زندگی کی ہر سانس آپ پر قربان اور فدا ہوجائے تاکہ ہماری زندگی زندگی بن جائے، اے اللہ! جو زندگی آپ

پر فدا ہوتی ہے، وہی زندگی زندگی کہلانے کے قابل ہوتی ہے اور ہماری ایک سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گذرے کیونکہ جو زندگی اپنی کوئی سانس آپ کی ناراضگی میں گذارے تو وہ سانس جانوروں سے بدتر ہے، دنیا میں اس سے بڑھ کر خسارہ میں کوئی نہیں ہے کہ جو آپ کو ناراض کردے، اس بندہ کی بندگی کس درجہ خسارے میں ہے اس کی تعبیر نہیں کی جاسکتی، اس کے لئے الفاظ نہیں ہیں کہ وہ ایسے صاحبِ قدرت مولیٰ اور مالک کو ناراض کررہا ہے۔ اس لئے اے اللہ! ہم سب کو ایسا ایمان ویقین نصیب فرمادیجئے کہ ہم ہر سانس آپ کی رضا پر فدا کریں اور آپ کی ناراضگی میں ایک سانس بھی نہ لیں، ہمیں ایسا ایمان ویقین عطا فرمائیے اور ہماری دنیا بھی بنادیجئے آخرت بھی بنادیجئے، ہم سب کو عافیت نصیب فرمائیے۔

عصبیت ولسانیت کے متعلق حضرت والا کی درد بھری دعا

پورے پاکستان میں اے خدا! امن وعافیت فرمائیے۔ اے خدا! صوبائیت، عصبیت اور لسانیت ہمارے دلوں سے نکال کر کلمہ کی بنیاد پر ہم سب کو بھائی بھائی بنادیجئے، ہمارے دلوں سے بغض وعناد نکال دیجیے، یہ عصبیت شیطانی چالیں ہیں جس کو اللہ نے فرمایا تھا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾

(سورۃ الحجرات، آیت:۱۰)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس عصبیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے جن کے بارے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ سلمان میرا ہے، میرے گھر والوں میں سے ہے، نبی نے تو غیر ملکیوں کو، غیر صوبے والوں کو، غیر زبان

والوں کو اپنے گھر کا فرد قرار دیا اور آج اس نبی کے ماننے والوں کا کیا حال ہے، اس دُکھ کو بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اے خدا! ہمارے قلوب سے جاہلیت کی ان سب چیزوں کو نکال دے اور ایمان کی بنیاد پر، کلمہ کی بنیاد پر ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور پورے پاکستان کی سلامتی کا، اس امانت کی حفاظت کا اور اس کی مضبوطی کا غیب سے سامان فرما دے اور ہمارے آپس میں ہر قسم کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی محبت کے نام پر اللہ والوں سے جوڑ دے اور اپنی رحمت سے تبلیغی جماعت جو کام کر رہی ہے، اس وقت دنیا میں جتنی جماعتیں من حیث الجماعت کام کر رہی ہیں اس جماعت کے مقابلہ میں ان کی کوئی مثال نہیں ہے، یہ ایسی مخلص جماعت ہے جس میں لوگ اپنے پیسے، اپنا بستر لیے خدا کے راستہ میں در بدر پھر رہے ہیں، میرے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک من حیث الجماعت یہ ایک بہترین جماعت ہے، اگر اس میں سارا پاکستان جڑ جائے تو میں مسجد میں اعلان کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ ہماری عصبیتیں، علاقائی جھگڑے، لسانی جھگڑے سب ختم ہو جائیں، اللہ کی محبت پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ہمارے دل آپس میں جڑ جائیں، اللہ پاک اپنی رحمت سے توفیق دے۔

جس کے دل میں جو آرزو ہے اللہ سب کو جانتا ہے، اللہ ہم سب کی تمام جائز حاجات کو پوری فرما دے اور امن وسکون عطا فرما دے، خوشیاں دِکھا، غموں سے بچا اور ہر قسم کے کینسر، گردے میں پتھری اور تمام خطرناک بیماریوں سے ہم سب کی حفاظت فرما۔ اے اللہ! جو ہم نہیں مانگ سکے، وقت ختم ہو گیا آپ اپنی رحمت سے ہم سب کو بے مانگے سب کچھ عطا فرما دیجیے جیسے ابّا اپنے بچوں کو بہت سی نعمتیں بے مانگے دے دیتا ہے، آپ ہمارے ربّا

ہیں، رب العالمین ہیں، سارے عالم کو پالنے والے ہیں، اپنی رحمت سے بے مانگے ہمارے لئے جتنی چیزیں خیر والی ہیں سب کچھ عطا فرما دیجئے اور جتنی چیزیں شر کی ہیں سب کو ہم سے دور فرما دیجئے، آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى

خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ